بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Day: M T W T F S
Date: __/__/20__

احوال المسند

مسند الیہ کو ترک کرنے کی صورتیں اور وجہ:

مسند کو عبث سے بچنے اور دو قوی دلیلوں میں سے کسی ایک کی طرف عدول کا خیال کرنے اور مقام کی تنگی اور عرب کے اس طرح استعمال کرنے کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے۔

مثالیں:

(i) فانّي و قیارٌ بھا لغریبٌ

اس مثال میں قیار کی مسند محذوف ہے۔ اختصار کا ارادہ کرنا اور ظاہر پر بنا کرتے ہوئے عبث سے بچنے ساتھ اس کے کہ توجع کی وجہ سے مقام کے تنگ ہونے اور محافظت وزن کی وجہ سے مسند کو محذوف کیا گیا ہے۔

نوٹ: قیارٌ کا عطف انّ کے اسم پر کرنا اس وقت درست ہوگا جب خبر لفظًا یا تقدیرًا پہلے گزر چکی ہو۔

ii نحن بما عندنا وانت بما عندک راضٍ والرای مختلف۔

اس مثال میں نحن کی مسند محذوف ہے۔ انہی نکات کی وجہ سے جو مثال نمبر (i) میں گزر چکے۔ نحن کی خبر اس لیے محذوف ہے کہ راضٍ اس پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ یہ مفرد ہے اور انتَ بھی مفرد ہے لہذا مبتدا خبر ہونے میں ان دونوں میں مطابقت ہے بر خلاف نحن کے۔ اصلی مسند راضون ہو گی

iii زید منطلق و عمرو۔

اس مثال میں عمرو کی مسند "منطلق" محذوف ہے۔ احتراز عن العبث اور مقام کی تنگی کی وجہ سے

iv فرجتُ فاذا زید۔

اس مثال میں زید کی مسند حاضر، واقف وغیرہ محذوف ہے۔ انہی نکا

Day: M T W T F S
Date: __/__/20__

کی وجہ سے جو مثال نمبر iii میں گزرے لیکن اس مثال میں یہ ہے کہ عرب کا استعمال بھی اسی طرح ہے۔

لہذا نوٹ: اذا مفاجئیہ مطلق وجود پر دلالت کرتا ہے۔ تو قرائن جو کسی خاص قسم پر دلالت کرتے ہوں اسکے مطابق خبر نکال لی جاتی ہے۔

v انّ محلًّا وانّ مرتحلًا۔

اس مثال میں انّ کی مسند محذوف ہے جو کہ "لنا" ہے۔ اختصار کے ارادے، دو اقوی دلیلوں میں سے ایک کی طرف عدول کرنے اور مقام کی تنگی یعنی محافظت وزن اور اتباع استعمال میں اسکے حذف کے عام ہونے کی وجہ سے مسند کو حذف کیا گیا۔

نوٹ: قطعاً کی قید لگا کر اس بات سے احتراز کیا ہے کہ مثال نمبر vi میں مسند ظرف اور غیر ظرف دونوں نکال سکتے تھے لیکن اس میں صرف ظرف ہی نکالیں گے۔

vi قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی:

اس مثال میں "تملکون" فعل محذوف ہے اور فعل چونکہ مسند ہوتا ہے۔ احتراز عن العبث سے بچنے کے لیے۔ کیونکہ آگے ایک تملکون جو کہ مفسر ہے وہ موجود ہے تو مفسَّر کے پائے جانے کی ضرورت نہ رہی۔
اس مثال میں انتم مبتدا نہیں ہے کیونکہ لفظ 'لو' ہمیشہ فعل پر داخل ہوتا ہے اور انتم فعل محذوف کا فاعل ہے۔ کیونکہ انتم کو ضمیر متصل جو واو ہے تملکون میں اس سے بدل دیا گیا ہے قانون کے مطابق۔

قانون:

جب ضمیر متصل کا اتصال نہ ہو تو اسکے بدلے ضمیر منفصل لاتے ہیں۔

vii فصبرٌ جمیلٌ۔

اس مثال میں دو احتمال ہیں یعنی مسند الیہ کو بھی حذف کیا جا سکتا ہے اور وہ "امری" ہوگا اور مسند کو بھی حذف کیا جا سکتا ہے اور وہ "اجمل" ہوگی

اس مثال میں کثرت فائدہ حاصل کرنے کے لیے مسند یا مسند الیہ کو ذکر نہیں کیا۔

مسند کو حذف کرنے کے بارے میں اہم بات:

مسند کو حذف کرنے کے لیے ایسے قرینے کا ہونا بہت ضروری ہے جو حذف مسند پر دلالت کرتا ہو تاکہ اس سے معنی سمجھ لیا جائے۔

قرینے کی مثالیں:

i. جیسا کہ کلام کا کسی سوال محقق یا مقدر کے لیے جواب واقع ہونا

i. سوال محقق کی مثال:

"ولئن سألتهم من خلق السموت والارض ليقولن الله"

اس مثال میں "خلقهن" مسند محذوف ہے۔

سوال: اس آیت میں سوال محقق نہیں پایا جا رہا کیونکہ یہ شرط و جزاء کی سبیل پر ہے؟

جواب:

سوال محقق اس وقت ہو جائے گا کہ جب جو چیز شرط و جزاء سے فرض کی گئی ہے وہ بالفعل واقع ہو جائے یعنی کہ وہ (حضور اکرم) حقیقت میں پوچھ ہی لیں کہ من خلق یعنی کس نے بنایا تو اس وقت سوال محقق ہو جائے گا۔

سوال 2: آپ نے اس مثال میں اسم جلالت اللہ کو مبتدا کیوں نہ بنایا؟

اس لیے کہ اکثر آیات میں مسند ہی واقع ہوئی ہے جہاں پر مسند کو ذکر کیا گیا ہے۔

ii. سوال مقدر کی مثال:

"ولیبک یزید ضارع لخصومة"

جب کہا کہ چاہیے کہ یزید پر رویا جائے تو سوال پیدا ہوا کہ کون روئے اور یہی سوال مقدر ہے۔ کیونکہ صیغہ مجہول ابہام پیدا کرتا ہے اور ابہام سوال پیدا کرتا ہے۔ اس مثال میں "یبکیہ" مسند محذوف ہے۔

Day: M T W T F S

Date: ___/___/20___

11

سوال: شاعر نے اس شعر میں اصل کے ممکن ہونے کے باوجود یعنی "فعل معروف لاکر زید کو مفعول اور ضارع کو اس کا فاعل" اصل سے عدول کیوں کیا؟

جواب:

تین وجہوں کی وجہ سے فعل مجہول کو فعل معروف پر فضیلت دی گئی ہے۔

i تکرار اسناد کی وجہ سے:

کیونکہ جب لیُبْکَ کہا تو اجمالی طور پر بکاء کی اسناد رونے والے کی طرف کی گئی پھر ضارعٌ لاکر اس رونے والے کی تفصیل بیان کر دی گئی۔

ii یزید کے کلام میں عمدہ فضلہ واقع ہونے کی وجہ سے:

اس لیے کہ اگر معروف فعل لاتے تو یزید مفعول بنتا اور مفعول کلام میں فضلہ ہوتا ہے۔

iii نعمت غیر مترقبہ کے حصول کے لیے:

کیونکہ اس مثال میں ضارع ایسا فاعل ہے کہ جو غیر مترقبہ نعمت کے طور پر ملا ہے۔ کیونکہ اس کا انتظار (امید) نہ تھا کہ جب فعل مجہول ذکر کر دیا تو برخلاف فعل معروف کے کہ اس میں فاعل کے ذکر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

Day: M T W T F S
Date: __/__/20__

واما ذکرہ:

مسند کو ذکر کرنے کی صورتیں:

مسند کو ذکر کرنے کی وہی صورتیں ہیں جو ذکر مسند الیہ میں گزر چکی۔ جیسے

i مسند کا ذکر کرنا اصل ہوتا ہے ساتھ اس کے کہ عدول کا تقاضہ نہ ہو۔
زید صالح

ii قرینے پر اعتماد کے کمزور ہونے کی بنا پر احتیاط کرتے ہوئے۔
خلقہن العزیز العلیم۔

iii سامع کی کند ذہنی پر اشارہ کی وجہ سے۔
محمد نبینا علیہ السلام۔ اس کے جواب میں کہا جو کہ من نبیکم۔

او ان یتعین کونہ اسما او فعلاً:

یا پھر اس وجہ سے مسند کو ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مسند کا اسم ہونا یا فعل ہونا متعین ہو جائے۔ اسم ہو تو ثبوت و دوام کا فائدہ دے اور اگر فعل ہو تو تجدد و حدوث کا فائدہ دے۔

واما افرادہ:

رہا مسند کو مفرد یعنی غیر جملہ لانا:

: مسند مفرد اس وقت ہوگی جب وہ مسند غیر سببی ہو اور ساتھ میں تقوی حکم کا فائدہ بھی نہ دے جیسے زید حیوان۔

اگر ان دو شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو مسند یقینا جملہ ہوگی اب مفرد نہیں ہو سکتی۔

سوال: زید قائم میں مسند جو کہ قائم ہے یہ تقوی حکم کا فائدہ دے رہی ہے اور ساتھ میں غیر سببی بھی ہے اس کے باوجود بھی مفرد ہے حالانکہ اسے جملہ ہونا چاہیے تھا؟

ہم زید قائم کو تقوی حکم کا فائدہ دینے میں تسلیم ہی نہیں کرتے۔ بلکہ یعنی یہ

تقوی حکم کا فائدہ نہیں دے رہی بلکہ تقوی حکم کا فائدہ دینے میں زید قام
کے قریب قریب ہے۔

تقوی حکم کا فائدہ کیوں نہیں دے رہی اور زید قام کے قریب کس طرح ہے؟
زید قائم میں قائم کی مشابہت اسم جامد کے ساتھ بھی ہے وہ
اس طرح کہ تکلم، خطاب اور غیبت میں جس طرح جامد کا صیغہ
نہیں بدلتا اس طرح قائم کا صیغہ بھی نہیں بدلتا۔ جیسے **ھو قائم،**
انت قائم۔ اور انا قائمٌ۔

اور زید قام کے مشابہ اس طرح ہے کہ جس طرح قام میں موجود ضمیر
زید کی طرف لوٹ رہی ہے اسی طرح قائم میں موجود ضمیر بھی
زید کی طرف لوٹ رہی ہے۔

اعتراض:

عرفت عرفت اور انّ زیداً قائم میں بھی تقوی حکم ہے اور
یہ ہیں بھی غیر سببی تو اب ان کو یعنی مسند کو جملہ ہونا چاہیے تھا لیکن
مفرد ہیں؟

اس کے دو جواب ہیں۔

۱: عدم افادۃ تقوی الحکم سے مراد یہ ہے کہ نفس ترکیب میں تقوی
حکم کا فائدہ نہ ہو۔ نفس ترکیب جیسے زید قام میں زید مبتدا ہے اور قام خبر تو
یہ اپنی ترکیب کے اعتبار سے تقوی حکم کا فائدہ دے رہے ہیں۔ جبکہ عرفت
عرفت تکرار کی وجہ سے اور انّ زیدا قائم یہ حرف تاکید انّ کی وجہ
سے تقوی حکم کا فائدہ دے رہا ہے لہذا یہ دونوں مثالیں اس تقوی حکم کے مطابق
نہیں ہیں جو ہم نے مراد لیا ہے یعنی نفس ترکیب لہذا یہ تقوی حکم سے خارج ہیں۔

۲: یا تقوی حکم جو اصطلاح میں ہے کہ مخصوص طریقے کے ساتھ کلام کو موکد
کرنا اور وہ مخصوص طریقہ یہ ہے کہ اسناد کی تکرار ہو ساتھ میں

Day: M T W T F

Date: ___/___/20

مسند بھی ایک ہو۔ لہٰذا اِنَّ زیدًا قائمٌ میں تکرار اسناد نہیں ہے اور

عرفت عرفت میں مسند ایک نہیں ہے۔

اعتراض:

مسند غیر سببی بھی ہے اور تقوی حکم کا فائدہ بھی نہیں دے رہی

یعنی مفرد ہونے کی دونوں شرائط پوری ہیں لیکن پھر بھی مفرد نہیں

ہے بلکہ جملہ ہے جیسے۔ انا سعیت فی حاجتک، رجل جاءنی اور ما انا فعلت هذا

جب ان مثالوں سے تخصیص کا قصد کیا جاتے؟

اس کے بھی دو جواب ہیں۔

1. ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان صورتوں میں تقوی حکم کا قصد نہیں ہے اور تخصیص

کا قصد کیا گیا ہے لیکن یہ بات ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ تقوی حکم کا

فائدہ بھی نہیں دے رہی یعنی ان مثالوں میں تقوی حکم کا فائدہ پایا جا رہا

ہے کیوں کہ اس میں وہ اسناد جو تقوی کا موجب ہوتی ہیں وہ پائی جا رہی

ہیں یاں صرف اتنا ہے کہ ہم نے تقوی حکم کا قصد نہیں کیا بلکہ قصد صرف

تخصیص کا کیا ہے۔

2. اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان مذکورہ مثالوں میں تقوی حکم کا فائدہ

نہیں ہے۔ تو ہماری جو مراد ہے فکلونہ غیر سببی مع عدم افادۃ تقوی الحکم سے

ہے کہ جب جب مسند مفرد ہو گی تو عدم تقوی حکم والا معنی ضرور

پایا جائے گا نہ یہ کہ جب جب عدم تقوی حکم کا معنی پایا جائے گا

تو مسند مفرد ہو گی۔

~~صفت~~ مسند سببی سے کیا مراد ہے؟

مسند سببی ایسا جملہ جو مبتدا پر معلق ہو ایسی ضمیر عائد کے ساتھ جو اس

جملہ میں مسند الیہ واقع نہ ہو۔ یعنی جملے میں موجود ضمیر مبتدا کی طرف

لوٹ تو رہی ہو لیکن مسند الیہ نہ ہو۔ جیسے زید انطلق ابوہ، زید منطلق ابوہ

ان مثالوں میں مسند سببی اس طرح ہے کہ انطلق ابوہ یہ جملہ ہے اور ابوہ کی جو ہٗ ضمیر ہے وہ لوٹ رہی ہے زید کی طرف جو کہ مسند الیہ ہے لیکن یہ ضمیر مسند الیہ واقع نہیں ہو سکتی کیوں کہ ابوہ یہ اسی ضمیر کی طرف مضاف ہے اور یہ ضمیر مضاف الیہ یعنی مجرور ہے حالانکہ مسند الیہ تو مرفوع ہوتا ہے.

مسند سببی سے خارج مثالیں:

i زید منطلق ابوہٗ: یہ مسند سببی نہیں ہے کیونکہ مسند سببی کے لیے جملہ ہونا ضروری ہے لیکن منطلق ابوہ یہ مفرد ہے کیونکہ صفت کا صیغہ اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ نہیں بنتا. ~~جیسے قائم کہ اس میں~~

ii قل ھو اللہ احدٌ: یہ مسند سببی نہیں ہے کیونکہ مسند جملہ تو ہے لیکن اس میں ضمیر عائد نہیں ہے.

iii زید قام اور زید ھو قائم: یہ مسند سببی نہیں ہے کیونکہ اگرچہ اس میں عائد موجود ہے لیکن وہ عائد مسند الیہ واقع ہو رہی ہے.

واما کونہ فعلاً.

رہا مسند کو فعل لانا تو وہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ مسند کو تینوں زمانوں میں سے مختصر طریقے پر کسی ایک کے ساتھ مقید کیا جائے ساتھ میں تجدد کا فائدہ بھی حاصل ہو جائے۔

تجدد کیا ہے؟

در اصل فعل کے تین اجزاء ہوتے ہیں۔

i حدث ii زمانہ iii نسبت الی الفاعل

تجدد کے اندر دو چیزیں ہوتی ہیں یا دو معنی ہوتے ہیں۔

عدم کے بعد حصول اسے حدث کہتے ہیں کلام میں جہاں بھی یہ کہا جاتا ہے کہ تجدد کا فائدہ دیتا ہے اس سے مراد یہی تجدد یعنی حدوثی مراد ہوتا ہے

Day: M T W T F S
Date: __/__/20__

فعل کے مفہوم میں بھی معتبر نہیں ہوتا ہے۔

ii۔ کسی چیز کا بطور استمرار بار بار آنا اسے تجدد استمراری کہتے ہیں یہ فعل کے لیے لازم نہیں ہوتا اور نہ ہی معتبر ہوتا ہے۔ لیکن یہ استمرار زمانہ کو لازم ہوتا ہے اور زمانہ کم یعنی عرض ہے اور عرض کا معنی غیر قار الذات ہے یعنی جس کے اجزاء وجود میں جمع نہ ہوں۔

اب حدث یعنی تجدد ~~استمرار~~ حدوثی تو ~~[illegible]~~ بلا واسطہ فعل کے مفہوم میں داخل ہے اور تجدد استمراری یہ زمانہ کے واسطے سے فعل کے مفہوم میں داخل ہے۔ تو گویا کہ فعل میں دونوں تجدد پائے جائیں گے۔ ایک بالواسطہ اور ایک بلاواسطہ۔

او کلما وردت عکاظ قبیلۃ * بعثوا الی عریفھم یتوسم

اس میں محل استشہاد یتوسم ہے۔ یعنی ان سے میرے چہرے کی طرف دیکھنا صادر ہوا اب یہ تجدد حدوثی ہے کہ عدم سے وجود ہوا اور پھر بار بار گھور کر دیکھنا یہ اب تجدد استمراری ہوا۔ یعنی اس میں تجدد کے دونوں معنی پائے گئے۔

نوٹ: پیچھے بھی مسند کو فعل لانے کا ذکر گزر چکا لیکن وہاں اجمالی طور پر تھا۔ یہاں اسی کی تفصیل کی گئی ہے۔

و اما کونہ اسما: **و اما کونہ اسما.**

i۔ مسند کو اسم اس لیے لایا جاتا ہے کہ اس سے تجدد اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید کرنا کا فائدہ حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا یعنی اسم لایا جاتا ہے دوام اور ثبوت کے فائدے کے لیے ان اغراض کی وجہ سے جو ان کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں جیسے مدح، ذم، مبالغہ وغیرہ

لا یالف الدرھم المضروب صُرّتنا
لکن یمر علیھا وھو منطلق۔

اس شعر میں مسند کو اسم لائے ہیں "منطلق" یعنی تفعیل سے انطلاق کا ثبوت دائمی ہے۔ یعنی دراہم ہمیشہ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ اس میں غرض اسکی سخاوت پر تعریف کرنا ہے۔

شیخ عبدالقاہر کے نزدیک اسم کی وضع:

ان کے نزدیک اسم کو ایک چیز کو دوسری چیز کے لیے ثابت کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ وہ جو دوام و ثبوت کا فائدہ دیتا ہے قرائن کی وجہ سے دیتا ہے۔ جیسے

زید منطلق اس مثال میں صرف انطلاق جو کہ زید کا فعل ہے اس کا اثبات ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ مطلب یہ نہیں کہ اس میں دوام ہے پھر تو یہ ہوتا کہ زید ہمیشہ چلنے والا ہے۔ اسی طرح زید طویل اور عمرو قصیر والی مثالوں میں بھی یعنی یہ نہیں ہے کہ وہ وہ ہمیشہ لمبے ہی ہو رہے ہیں یا چھوٹے ہو رہے ہیں۔

یہاں تک تو بات تھی صرف مسند کو فعل لانے کی اب:

واما تقييد الفعل بمفعول:

اب خبر یعنی مسند جو کہ فعل ہوگی۔ اس فعل کو مفعول (اس میں تمام مفعول آجائیں گے) اور اس جیسی اور چیزیں یعنی حال، تمیز اور استثناء کے ساتھ مقید لانا فائدے کی زیادتی کے لیے ہوتا ہے۔

اس لیے کہ حکم کی قید جب زیادہ ہوگی تو غرابت زیادہ ہوگی تو جب غرابت زیادہ ہوگی تو فائدہ زیادہ ہوگا۔ جیسا کہ

الشیء موجود: اس مثال میں کوئی قید نہیں ہے تو سمجھنا مشکل ہے فلان بن فلان حفظ التوراة سنة كذا في بلدة كذا۔ اس مثال میں جتنی قیدیں بڑھائیں گئی اتنا ہمیں فلان بن فلان کے بارے میں معلومات کا فائدہ زیادہ ہوا۔

سوال: کان (فعل ناقص) کی خبر بھی تو مشبہات مفعول میں سے ہے اور کان کے ساتھ قید ہے لیکن اس میں فائدہ کی زیادتی نہیں

پہلا جواب تو یہ ہے کہ ہم نے کہا تھا کہ فعل کو مقید کرنا مفعول وغیرہ کے ساتھ یہ فائدے کی زیادتی کے لیے ہوتا ہے لیکن منطلقاً یہ شبہ جملہ ہے اور یہ فعل کو شبہ فعل کے ساتھ مقید کرنے کی قبیل سے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نے کہا تھا فعل کو مقید کرنا لیکن کان زیدٌ منطلقاً والی مثال میں کان فعل یہ مقید نہیں ہے بلکہ مقید منطلقاً ہے کیوں کہ نفس مسند تو منطلقاً ہے اور لہذا کان اس کے لیے قید ہے جو کہ صرف زمانہ ماضی پر دلالت کرنے کے لیے آیا ہے۔

واما تقییدہ بالشرط

یعنی مسند جو کہ فعل ہوگی اس کو شرط کے ساتھ تو مقید کرنا تو یہ ان حالات کی وجہ سے ہوتا ہے جو اس تقیید کا تقاضہ کرتے ہیں اور ان کو حروف شرط اور اسمائے شرط سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ جیسے اکرمک ان تکرمنی۔ ان تکرمنی اکرمک

اہل عرب کے نزدیک شرط!

اہل عرب کے نزدیک اب شرط جزاء کے حکم کے لیے صرف قید ہوگی یعنی اصل کلام جزاء ہوگا۔ اگر جزاء جملہ فعلیہ خبریہ ہوگی تو پورا کلام جملہ فعلیہ خبریہ شرطیہ کہلائے گا اور اگر انشاء ہوگی تو جملہ فعلیہ انشائیہ شرطیہ کہلائے گا۔

باقی رہا صرف شرط کا خبر اور صدق و کذب کے احتمال سے خالی ہونا تو حروف شرط اسے اس احتمال سے نکال دیتے ہیں کیونکہ اس وقت یہ مرکب ناقص ہوجاتا ہے۔

اعتراض:

مصنف نے مختصر میں کہا کہ کلام خبری صرف جزاء ہوتی ہے لیکن مطول میں کہا کہ خبر شرط و جزاء دونوں کا مجموعہ ہوتی ہے؟ تو یہ تناقض ہوا۔

اس میں صرف اصطلاحات کو بیان کیا ہے۔ یعنی اہل عرب کے اصطلاح میں کلام خبری صرف جزاء ہوتا ہے اور اہل منطق کی اصطلاح میں کلام خبری شرط و جزاء دونوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ تو اصطلاحات پر نقض وارد نہیں ہوا کرتی۔

مثلاً کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود۔

اہل عرب کے نزدیک اس مثال میں محکوم علیہ فالنہار ہے اور محکوم بہ موجود ہے۔ اور شرط صرف اس کے لیے قید ہے۔ جبکہ اہل ~~منطق~~ منطق کے نزدیک الشمس طالعۃ محکوم علیہ اور فالنہار موجود محکوم بہ ہے۔

اِن، اذا اور لو کی بحث

اِنْ اور اذا:

ان اور اذا یہ مستقبل میں شرط کے لیے آتے ہیں۔ یعنی یہ زمانہ ماضی میں استعمال نہیں ہونگے یا استعمال ہونگے بھی تو کسی نہ کسی نکات کی وجہ سے۔

ان کی اصل:

ان کی اصل یہ ہے کہ عدم جزم بوقوع شرط کے لیے آتا ہے۔ یعنی ان وہاں استعمال ہوگا جہاں شرط کے پائے جانے میں شک ہوگا یعنی یقین نہیں ہوگا۔

نوٹ: قرآن کریم میں جہاں اِنْ استعمال ہوا وہ یا تو حکایۃ ہوگا یا بعد تاویل کی جائے گی کہ قرآن شک سے پاک ہے۔

اذا کی اصل:

اذا کی اصل یہ ہے کہ وقوع شرط کے یقین کے لیے آتا ہے۔

یعنی جب اذا جس پر آتا ہے تو اس شرط کا پایا جانا یقینی ہوتا ہے۔

سوال: جس طرح ان یہ عدم جزم بوقوع شرط کے لیے آتا ہے اسی طرح یہ عدم جزم بلاوقوع شرط کے لیے بھی تو آتا ہے اور اذا جس طرح جزم بوقوع شرط کے لیے آتا ہے اسی طرح عدم جزم بلاوقوع شرط کے لیے بھی تو آتا ہے۔ لیکن ان کو ذکر نہیں کیا؟

ان اور اذا یہ عدم جزم بلاوقوع شرط اور جزم بلاوقوع شرط میں ایک دوسرے کے برابر ہیں اس لیے ان کو ذکر نہیں کیا کہ مقصود ان کے درمیان افتراق کو بیان کرنا تھا۔

ان کے احکام:

ان چونکہ عدم جزم بالوقوع شرط کے لیے ہوتا ہے اس لیے اس کا حکم بھی بہت کم پایا جاتا ہے غالب طور پر (یعنی جو چیز بہت کم پائی جاتی ہے اس کے ساتھ ان آتا ہے) اور اذا چونکہ یقین کے لیے آتا ہے تو اسی لیے یہ غالب طور فعل ماضی کے ساتھ آتا ہے کہ ماضی میں بھی یقین (وقوع) کے معنی پائے جاتے ہیں قطعی طور پر نفس لفظ کی طرف نظر کرتے ہوئے اگرچہ معنی استقبال کی طرف نقل کر دیتا ہے۔

مثال:

فاذا جاءتھم الحسنة قالوا لنا ھذہ وان تصبھم سیئة
یطیروا بموسیٰ ومن معه

اللہ پاک کے اس فرمان میں اذا کو ماضی کے ساتھ لایا گیا اور الحسنة کو الف لام جنسی کے ساتھ معرفہ لایا گیا یعنی ہر قسم کی نیکی کا پہنچنا ان کو قطعی تھا یعنی یقینی طور پر ان کو ہر جنس (اب اس میں ہر نوع داخل ہوگی کہ جنس جس نوع شامل ہوتی ہے) کی نیکی پہنچی

ف: محال کا نہ ہونا امر قطعی ہوتا ہے لیکن اس میں اِنْ کو استعمال کرتے ہیں سہولت کے لیے نرمی کے لیے اور مدمقابل کو خاموش کرنے کے لیے جیسے
قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العبدین ۔

Day: M T W T F S
Date: __/__/20__

اور جس کا وقوع اپنی کثرت و وسعت کی وجہ سے ضروری کی طرح ہوتا ہے ۔ اس کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے ۔

لیکن اِنْ کو مضارع پر داخل کیا گیا کیونکہ ان کافروں کو نیکیوں کی نسبت برائیاں بہت کم دیکھی اور سیئۃ کو لایا بھی نکرہ گیا تاکہ تقلیل پر دلالت کرے۔

اِنْ کو خلاف اصل استعمال کرنے کی صورتیں :

1. ان کو مقام جزم بوقوع شرط میں استعمال کیا جاتا ہے جان بوجھ کر جہالت ظاہر کرنے کے لیے :
جیسا کہ کوئی غلام سے اسکے آقا کے بارے میں پوچھے کہ کیا تیرا آقا گھر ہے تو اس اسے یقین ہے کہ آقا گھر میں ہے لیکن پھر بھی وہ کہتا ہے ان کان فیھا اُخبرُکَ .
تو وہ جان بوجھ آپنے آقا کے خوف کی وجہ سے جاہل بنتا ہے .

2. مخاطب کے عدم جزم بوقوع شرط ہونے کی وجہ سے اِنْ کو ماضی پر لاتے ہیں ۔
وقوع شرط کا مخاطب کو یقین نہیں ہے تو پھر اسکے اعتقاد پر کلام کو جاری کرتے ہوئے تیرا اس کو کہنا جو تجھے جھٹلا رہا ہو اِنْ صدقت فماذا تفعل سا تو میں تجھے تیرے سچا ہونے کا یقین ہو .

3. مخاطب وقوع شرط کا عالم ہے لیکن اس کو جاہل کے منزلت پر اتار کر کلام کرنا کہ علم کا جو تقاضہ ہے اسکے خلاف مخاطب کام کر رہا ہے
جیسا تیرا اس کو کہنا جو اپنے باپ کو ایذا دے رہا ہو کہ
ان کان اباک فلا تؤذہ .

4. او التوبیخ و تصویر ان المقام ۔۔۔ الخ

ان کو مقام جزم میں استعمال کرتے ہیں مخاطب کو شرط پر عار دلانے کے لیے اور اس بات کی منظر کشی کرنے کے لیے کہ مقام ان چیزوں پر مشتمل ہے جو شرط کو اس کی اصل سے انکار کی صلاحیت نہیں رکھتے لیکن پھر بھی شرط کو اصل سے انکار کیا گیا صرف فرض کے طور پر جیسے ان کنتم قوما مسرفین اب قرآن میں ایسے دلائل ہیں کہ عاقل سے اسراف کرنا ہو ہی نہیں سکتا لیکن پھر بھی ان کو مسرفین (کے ساتھ لائے) کہا صرف فرض کے طور پر جیسے محال کو فرض کیا جاتا حالانکہ آنا تو اذا چاہیے تھا . (ان کو مسرفین ہونا امر یقینی تھا لیکن پھر بھی ان لائے)

۷) یا پھر متصف بالشرط پر غیر متصف بالشرط کو غلبہ دینے کے لیے.

جیسے کھڑا ہونا زید کے لیے تو یقینی ہو لیکن عمرو کے لیے یقینی نہ ہو اور تو دونوں کو کہے ان قمتما کان کذا.

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا"

اس فرمان میں ان کو ماضی پر داخل کیا گیا یعنی خلاف اصل۔

اس میں تو ایک احتمال وہی ہے جو پیچھے گزرا یعنی ڈانٹ ڈپٹ و منظر کشی کرنے کے لیے۔

اور دوسرا یہ ہے کہ مرتابین پر غیر مرتابین کو غلبہ دے دیا گیا اور ان سب کو غیر مرتابین (یعنی شک نہ کرنے والے) کے درجے میں اتار دیا گیا گویا کہ وہ شک کرتے ہی نہیں۔ کیوں کہ ان میں بہت سارے تھے جو شک نہیں کرتے تھے لیکن صرف بغض و عناد کی وجہ سے ایمان نہ لاتے تھے۔

اعتراض:

جب تمام کے تمام کو غیر مرتابین کی منزلت پر اتار دیا گیا تو شرط کا وقوع نہ ہونا یہ قطعی ہو گیا پھر اس جگہ اِن کو استعمال کرنا درست نہیں اس لیے کہ اِن ان جملوں میں استعمال ہوتا ہے جن میں شک ہو!

یہاں پر ان کو بطور فرض اور مدمقابل کو چپ کرانے کے لیے لائے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: فان امنوا بمثل ما امنتم فقد اهتدوا!

اعتراض:

یہ مثال کا تغلیب سے ہونا درست نہیں کیوں کہ ان ماضی پر داخل ہوگا تو اسے مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے اور مستقبل کی شان یہ ہے کہ اس میں شک ہوتا ہے اور ان بھی شک کے لیے آتا ہے لہذا اِن اپنی اصل میں استعمال ہوا؟

إن ماضی کو مضارع میں اس وقت کرتا ہے جب ماضی کان نہ ہو لیکن اس مثال میں ماضی کان ہے اور کان کی ماضی پر دلالت بہت قوی ہوتی ہے۔

تغلیب اس کے علاوہ بہت سے فنون میں جاری ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: وکانت من القنتین.

اس مثال میں مرد کو عورت پر غلبہ دیا گیا ہے بایں طور کہ صفت قنوت دونوں پر جاری ہوتی ہے لیکن اس کا اجراء صرف مرد پر کیا گیا خاص طور پر غلبہ دینے کے لیے۔

دوسری مثال: بل انتم قوم تجھلون.

اس مثال میں جانب معنی (انتم) کو جانب لفظ پر غلبہ دیا گیا اصل قیاس تو یہ تھا کہ تجھلون کی جگہ یجھلون آتا کہ اس کی ضمیر قوم کی طرف لوٹ رہی ہے اور قوم اسم ظاہر ہے اور اسم ظاہر غائب کے مرتبے پر ہوتا ہے۔ لیکن معنی میں وہ خطاب سے تعبیر ہے تو خطاب کو غائب پر غلبہ دیا۔

تغلیب سے ابوان، عمرین، قمرین بھی ہیں۔

ابوان کی وضاحت:

ابوان میں تغلیب، قانتین کی تغلیب کی طرح نہیں ہے۔ کیوں کہ ابوان میں صفت مشترکہ نہیں ہے جیسا کہ قنوت میں تھی۔

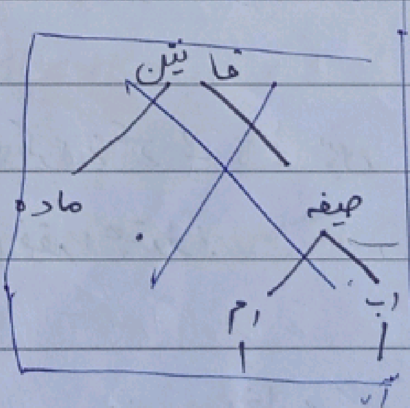

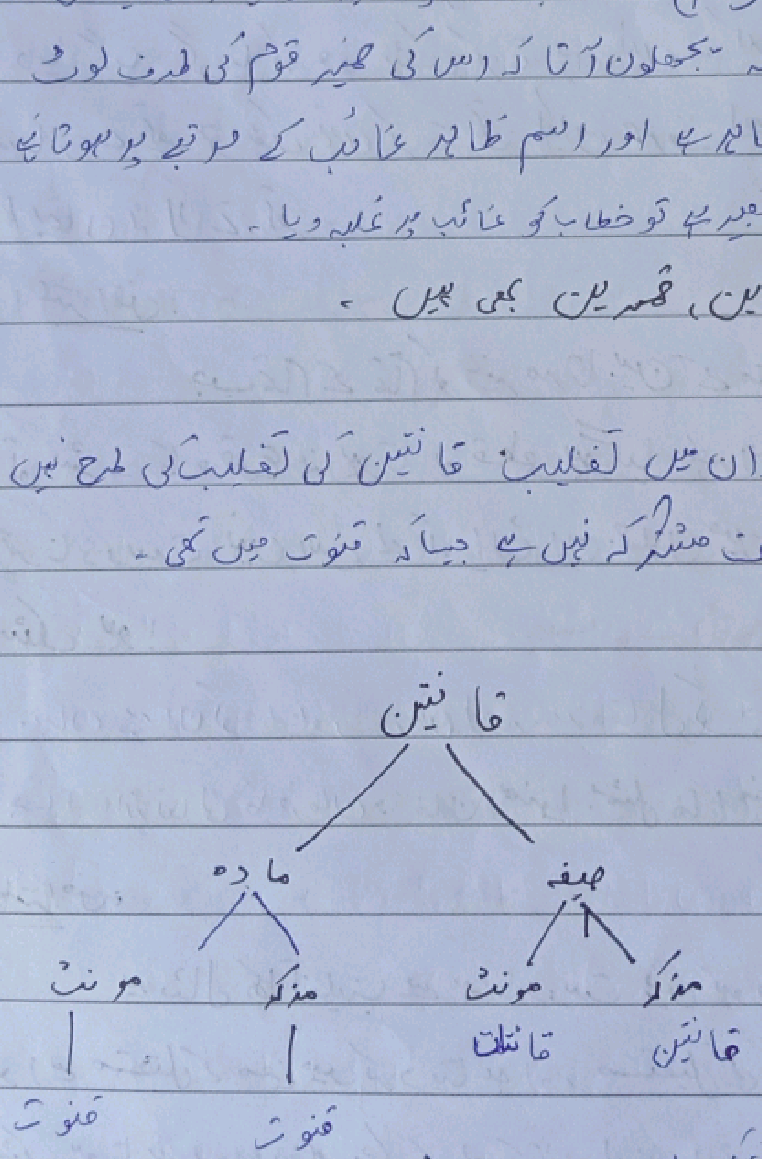

جبکہ مادہ میں صفت مشترکہ ہے۔

اَلوان

مادہ — صیغہ

ام — اب — ام — اب

اُمُوّۃ — اُبُوّۃ — امہات — آباء

اس میں دونوں صورتوں میں حرف مشترک نہیں ہے۔

ولکونھما لتعلیق امر بغیرہ ۔۔۔۔

ان اور اذا کے جز جملے کا (یعنی شرط و جزا) کا
جملہ فعلیہ استقبالیہ ہونا ضروری ہے کیونکہ ان اور اذا مستقبل میں شرط
کے مضمون کے حصول کے لیے نہیں بلکہ جزا کے مضمون کے حصول کے لیے ہوتے ہیں۔
یعنی جزاء کا حصول وہ مستقبل میں شرط کے حصول پر معلق ہوتا ہے۔

نوٹ:

شرط کا جملہ فعلیہ استقبالیہ ہونا اس لیے ضروری ہے کیونکہ شرط کا حصول
فرض کیا جاتا ہے استقبال میں تو شرط کا ثبوت اور ماضی میں ہونا یہ ممتنع ہے
اور رہا جزاء تو اس کا حصول شرط کے حصول پر معلق ہوتا ہے
تو جزاء کو اگر ماضی لائیں تو ماضی میں وہ چیز ہوتی ہے جو حاصل ہو چکی ہو تو حاصل کو اس
پر معلق رکھنا جو مستقبل میں حاصل ہو ممتنع ہے۔

ولا یخالف ذلک لفظاً الا لنکتۃ:

اگر ان اور اذا کے جملوں میں سے کو
فعلیہ استقبالیہ نہ ہو تو اس میں کوئی نہ کوئی نقطہ ضرور ہوتا ہے۔
"لفظاً" سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مخالفت تو ہوگی لیکن صرف لفظوں میں
ہوگی معنی استقبالی ہوتا ہے۔

نقطہ: جیسا کہ غیر حاصل کو حاصل کے مرتبے پر اتارنا اسباب کے قوی ہونے کی وج
ان اشتریت کان کذا، جیسا وہ خریدنے کا پختہ ارادہ او، تمام اسباب مہیا

یا غیر حاصل کو حاصل کے مرتبے پر اتارنا کہ وقوع ہونے والی چیز گویا کہ واقع ہو گئی۔

یا غیر حاصل کو حاصل کے مرتبے پر اتارنا اچھا شگون لینے کے لیے۔

ان ظفرت بحسن العاقبة.

یا غیر حاصل کو حاصل کے مرتبہ پر اتارا جاتا ہے اظہار رغبت کے لیے۔
اس لیے کہ جو کسی چیز کا طالب ہوتا ہے تو وہ اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے جب اس کی رغبت اس امر کو حاصل کرنے میں بڑھ جاتی ہیں تو کبھی کبھی اسے خیال دلایا جاتا ہے کہ گویا وہ چیز اسے حاصل ہو چکی پس اسے ماضی سے تعبیر کرتے ہیں

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

ولا تکرھوا فتیٰتکم علی البغاء ان اردن تحصناً

اس مثال میں ان کے ساتھ ماضی کو لائے حالانکہ ان مضارع پر داخل ہوتا ہے یہی اصل ہے

المعترض:

اگر یہ کہا جائے کہ نہی کو معلق رکھا گیا ہے ان لونڈیوں کے ارادے کے ساتھ یعنی اگر وہ پاکدامنی کا ارادہ کریں تو ان سے زنا نہ کرو اور اگر وہ پاکدامنی کا ارادہ نہ کریں تو ان سے زنا کرو بظاہر یہ لگتا ہے:

اس کے دو جواب دیے گئے ہیں۔

1 شرط کے ساتھ مقید کرنا حکم کی نفی پر ~~اس وقت~~ دلالت کرتا ہے جب شرط منتفی ہو + بے شک بلغاء کہتے ہیں کہ یہ اس وقت ہوگا جب شرط کے لیے کوئی دوسرا فائدہ ظاہر نہ ہو اور اس مثال میں دوسرا فائدہ ظاہر ہے وہ یہ کہ جب آیت میں مبالغہ کیا گیا ہے مجبور کرنے سے روکنے میں یعنی جب وہ لونڈی ہو کر پاکدامنی کا ارادہ کرتی ہے تو مولیٰ کا تو زیادہ حق ہے کہ وہ بھی پاکدامن رہے

2 شرط کی دلالت حکم کے منتفی ہونے پر وہ ظاہر کے اعتبار سے ہے لیکن لونڈی کو مجبور کرنے کی حرمت پر اجماع قطعی ہو گیا مطلقاً

اور یہ اجماع اسکے معارض ہو گیا اور ظاہر کو قاطع کے سبب دور کیا جاتا ہے۔

قال السکاکی او للتعریض:

غیر حاصل کو حاصل کے مرتبے پر اتارا جاتا ہے تعریض کے لیے۔

تعریض کی تعریف:

فعل کی اسناد ایک کی طرف کرنا اور مراد اس کا غیر لینا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ۔

اس آیت میں خطاب ہمارے پیارے آقا علیہ السلام کو ہے لیکن حضور اکرم سے شرک صادر ہونا یہ قطعی محال ہے لیکن ان کو ماضی کے ساتھ لایا گیا غیر حاصل کو حاصل کے مرتبے پر اتارا گیا بطریق فرض کے۔ یعنی صرف فرض کر لیا گیا اور یہ اس بات کی طرف تعریض ہے کہ جس سے بھی شرک صادر ہوا اسکے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

امام خلخالی کا زعم:

امام خلخالی کہتے ہیں کہ تعریض عام ہے جس سے شرک صادر ہوا اس کو بھی اور جس سے شرک صادر نہ ہوا اس کو بھی اور جس طرح تعریض ماضی میں پائی جاتی ہے اسی طرح مضارع میں بھی پائی جاتی ہے؟

ہم نے کہا کہ تعریض

سے مقصود تو بیخ ہوئی ہے اور جس سے شرک پایا ہی نہیں جاتا تو اس کو کیسے تو بیخ کی جائے گی اور دوسرا یہ کہ اصل سے عدول ~~کرنا~~ تعریض کی وجہ سے بھی کیا جاتا ہے تو جب ان مضارع کے ساتھ تو اشتمال ہوگا تو وہ تو اپنی اصل پر ہوگا لہذا تعریض کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔

نوٹ: تعریض مضارع کے مقام میں ماضی کو استعمال کرنے جملہ شرطیہ میں اس کے علاوہ اور جگہوں میں بھی پائی جاتی ہے: جیسے

اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وما لی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون:

ترجعون سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہاں تعریض ہے کیونکہ تعریض نہ ہوتی تو الیہ ارجع کہنا مناسب ہوتا۔

تعریض کے اچھا ہونے کی وجہ:

تعریض اس وجہ سے اچھی ہوتی ہے کیونکہ متکلم مخاطبین کو جو اسکے دشمن ہوتے ہیں حق بات کو اس طرح سناتا ہے کہ ان کے غضب میں زیادتی نہیں ہوتی۔ یہ وجہ ہے کہ وہ ان کی طرف صراحتاً باطل کی نسبت کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ بات ان کو حق بات کے قبول کرنے پر مددگار ہوتی ہے کیونکہ اس وجہ سے متکلم ان کے دل میں وہ خالص نصیحت داخل کرتا ہے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

و لو للشرط فی الماضی مع القطع بانتفاء الشرط۔

لو ماضی میں شرط کے لیے آتا ہے ساتھ اس کے کہ اس میں شرط کا نہ پایا جانا قطعی ہوتا ہے۔

وضاحت:

یعنی لو جس ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اس شرط کا نہ پایا جانا قطعی ہوتا ہے تو جب شرط نہ پائی جائے گی تو جزاء کا پایا جانا بھی ممتنع ہوگا۔ جیسے

لو جئتنی لاکرمتک. اگر تو میرے پاس آتا تو میں تیری تعظیم ضرور کرتا۔ مطلب تو آیا نہیں تو میں نے تعظیم کی نہیں۔

جمہور کا موقف:

جزا منتفی ہوتی ہے شرط کے منتفی ہونے کی وجہ سے۔

اعتراض ابن حاجب:

ابن حاجب فرماتے ہیں کہ شرط سبب ہو اور جزاء مسبب اور مسبب کا منتفی ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ سبب بھی منتفی ہو جائے کیونکہ ایک چیز کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے اس وجہ سے کہ مسبب کے منتفی ہونے سے تمام اسباب منتفی ہو جاتے ہیں پس تو یہ ہوگا کہ جزاء کے منتفی ہونے سے شرط منتفی ہو جائے گی یعنی مسبب کے منتفی ہونے سے سبب منتفی ہوگا۔ تو اللہ تعالی کا یہ فرمان:

لو کان فیہما آلہۃ الا اللّٰہ لفسدتا۔

تو یہ مثال اس لیے لائی گئی تاکہ عدم فساد سے دلیل پکڑی جائے تعدد الہ کے نہ ہونے پر نہ یہ کہ اس کا برعکس۔

تو ابن حاجب کی یہ رد کے اس قول "الشرین" تھی کہ متاخرین نے اس کو اچھالا تھی کہ قریب تھا کہ وہ اس بات پر جمع ہو جاتے کہ امتناع ثانی کی وجہ سے امتناع اول ہوتا ہے۔

اور اس وجہ سے کہ پہلا ملزوم ہے اور دوسرا لازم اور لازم کے انتفاء سے ملزوم کا انتفاء ہو جاتا ہے لیکن ملزوم کے انتفا سے لازم کا انتفاء نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے کہ لازم عام ہو۔

جواب:

امام تفتازانی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض کم غور و فکر کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ کیونکہ ان (جمہور) کے قول لولا امتناع الثانی لامتناع الاول) کا یہ معنی نہیں ہے کہ ~~پہلے کا~~ دلیل پکڑی جائے کہ پہلے کا ممتنع ہونا دوسرے کے ممتنع ہونے پر ہے۔ یعنی دوسرا ممتنع ہوگا تو پہلا ممتنع ہوگا۔ یہاں تک کہ اعتراض وارد ہو کہ سبب یا ملزوم کے انتفاد سے مسبب یا لازم کا منتفی ہونا لازم نہیں آتا۔

خارج میں
بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ثانی (جزا) کے منتفی ہونے پر پہلے (شرط) کی دلالت ہوتی ہے

حاصل کلام یہ ہے کہ لو کی شرط و جزاء دونوں خارج میں منتفی ہوتی ہیں
اور لو کو ان کے ساتھ لایا جاتا ہے اس فائدے کے لیے کہ انتفاء اول
انتفاء ثانی کے لیے علت ہے خارج میں
پس اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ~~کا معنی~~

لو شاء اللہ لھداکم: کا معنی یہ ہے کہ کفار کو ہدایت نہ ملنا
یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے نہ ہونے کے سبب سے ہے۔ یعنی لو کو استعمال کیا
اس بات پر دلالت کے لیے کہ جزاء کے مضمون کے منتفی ہونے کی علت
خارج میں وہ شرط کے مضمون کا منتفی ہونا ہے اس بات کی طرف
التفات کیے بغیر کہ انتفاء جزاء کی علت علم کیا ہے۔
کیا تو نہیں دیکھتا علماء کے قول میں کہ دوسرے کا ممتنع نہ ہونا پہلے کے
پائے جانے کی وجہ سے ہے جیسا کہ اس مثال میں:

لولا علی لھلک عمر؛

اس مثال کا معنی یہ ہے کہ حضرت مولی کائنات کا وجود سبب ہے حضرت
عمر کے ہلاک نہ ہونے کا۔ نہ یہ کہ حضرت علی کا وجود اس بات پر
دلیل ہے کہ حضرت عمر ہلاک نہیں۔
نوٹ: کیونکہ حضرت عمر اور حضرت علی کے پائے جانے کا مخاطب کو علم ہے اس لیے
دلیل (علت) نہیں بنا سکتے کیونکہ دلیل معلوم سے مجہول کی طرف ہوتی ہے
لیکن یہاں تو دونوں چیزیں معلوم ہیں۔
اس وجہ سے یہ مثال لو جئتنی لاکرمتک لکنک لم تجئنی.
یعنی عدم اکرام عدم مجیئ کے سبب سے ہے۔

قال الحماسی:

ولو طار ذو حافر قبلھا: لطارت ولکنہ لم یطر.

اگر اس سے پہلے دکھروں والا اڑا ہوتا تو ضرور یہ بھی اڑتا لیکن وہ نہیں اڑا

وضاحت:

یعنی اس گھوڑے کے نہ اچھلنا ہے ذوحاضر کے نہ اڑنے کے سبب سے ہے۔
اسی طرح التمعقدی کا قول شعر:

ولو دامت الدولات کانوا کغیرھم : رعایا ولکن ما لھن دوام۔

واما المنطقیون:

رہے منطقی تو وہ لو کو ادات لزوم سے بناتے ہیں اور
اس کو قیاسیات میں استعمال کرتے ہیں نتائج کے علم کے حصول کیلئے۔
تو ان کے نزدیک لو کی دلالت اس پر ہوتی ہے کہ دوسرے کے منتفی ہونے
کا علم علت ہے پہلے کے منتفی ہونے کے علم کے لیے کہ ملزوم (شرط)
کے انتفاء سے لازم (جزاء) کا انتفاء ضروری ہوتا ہے اس بات کی
طرف التفات کیے بغیر کہ جزاء کے خارج میں منتفی ہونے کی علت کیا ہے

واذا کان لو للشرط فی الماضی فیلزم عدم الثبوت

جب لو ماضی میں شرط کے لیے آتا ہے تو لازم ہے کہ اس میں
عدم ثبوت پایا جائے اور جملہ بھی ماضی کا ہو کیونکہ ثبوت
تعلیق کے منافی ہوتا ہے اور استقبال ماضی کے۔ تو ماضی سے
عدول نہیں کیا جائے گا مضارع کی طرف مگر کسی نکتہ کے لیے

امام مبرد کہتے ہیں لو کو ان کی جگہ بھی استعمال کیا گیا ہے لیکن
یہ بہت کم ثابت ہے جیسا کہ حضور اکرم علیہ السلام کا فرمان:

1. اطلبوا العلم ولو بالصین: ای لو یکن العلم

2. انی اباھی بکم الامم یوم القیامۃ ولو بالسقط۔

نقطہ:

جب لو مضارع پر داخل ہو تو وہ ماضی میں فعل کے استمرار
کا ارادہ کیا گیا ہوگا وقتا فوقتا۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان:

واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم

اس مثال میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱: نفی اطاعت ہو۔ تو معنی ہو گا۔

تمہارا مشقت میں نہ پڑنا یہ رسول اللہ کے تمہاری اطاعت پر استمرار کے نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ یعنی اس صورت میں یہ ہے کہ حضور اکرم ہر بات تمہاری نہیں مانتے لیکن کچھ باتیں مان لیتے ہیں۔

۲: امتناع اطاعت ہو۔

اس صورت میں ہوگا کہ تمہارے مشقت میں نہ پڑنے کی وجہ کہ رسول اللہ کے تمہاری اطاعت پر امتناع استمرار کے سبب ہے۔ یعنی رسول اللہ تمہاری کوئی بھی بات نہیں مانتے اس لیے تم مشقت میں نہیں پڑے۔

وضاحت:

یہ دونوں صورتیں اس لیے درست جائز ہیں کیونکہ جس طرح مضارع مثبت استمرار ثبوت کا فائدہ دیتا ہے جائز ہے کہ وہ نفی استمرار کا فائدہ دے اور لو جب داخل ہو تو وہ امتناع استمرار کا فائدہ دے گا۔ جیسا کہ جملہ اسمیہ مثبتہ تاکید ثبوت و دوام کا فائدہ دیتا ہے اور منفی نفی کی تاکید اور اسکے دوام کا فائدہ دیتا ہے نہ یہ کہ تاکید کی نفی و دوام کا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وما هم بمؤمنین

وہ ایمان لانے والے ہیں ہی نہیں۔ یہ انتہائی بلیغ صورت میں ان کا رد کیا گیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: اللہ یستھزئ بھم

یہاں پر اسم فاعل مستھزئ سے یستھزئ کی طرف عدول کیا ان سے استھزاء کے استمرار اور وقتاً فوقتاً تجدد کے لیے۔ کیوں کہ منافقین نے کہا کہ انما نحن مستھزءون بھم تو اسی اعتبار سے اللہ مستھزئ آنا چاہیے تھا۔

یہ مثال مطلق عدول کی ہے۔

دوسرا نقطہ: ماضی سے مضارع کی طرف عدول کرنے کا:

تو لو مضارع پر داخل ہوتا ہے مضارع کو ماضی کے مرتبے پر اتارا جاتا ہے کہ کلام ایسی ہستی سے صادر ہوا ہوتا ہے کہ جسکی خبر دینے میں کوئی خلاف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

ولو تری اذ وقفوا علی النار

اس میں تین احتمال ہیں۔

1۔ دوزخ ان کو دکھائی جائے گی یہاں تک کہ وہ اس کا معائنہ کریں گے۔

2۔ یا اسے وہ اطلاع پائیں گے اس دوزخ کی کہ وہ دوزخ ان کے نیچے ہوگی

3۔ یا ان کو داخل کیا جائے گا آگ میں۔ یہاں تک کہ وہ عذاب کی مقدار کو پہچان لیں گے

اس آیت میں لو کا جواب محذوف ہے یعنی لرأیت امراً فظیعاً۔

وضاحت:

یہ حالت قیامت میں ہوگی لیکن اسے ماضی متحقق کے منزلت پر اتارا گیا تو اس میں لو اور اذا کو استعمال کیا کہ یہ دونوں ماضی کے ساتھ خاص ہوتے ہیں۔ لیکن اس آیت مبارکہ میں لو کو مضارع پہ داخل کیا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ یہ کلام اس ذات سے ہے کہ جس کی خبر دینے میں کو خلاف نہیں اور مستقبل وقوع کے متحقق ہونے میں ماضی کی منزلت پہ ہے۔ تو یہ معاملہ یعنی آگ پہ ٹھہرائے جانے کا یہ مستقبل میں ہوگا حقیقتاً اور ماضی میں تاویل کے اعتبار سے ہے گویا کہ کہا گیا کہ یہ معاملہ ہو چکا لیکن تو نے اسے نہ دیکھا اور اگر تو دیکھتا تو ضرور بھیانک معاملہ کو دیکھتا

اب یہاں سے مطلق ماضی سے مضارع کی طرف عدول کی مثالیں بیان ہونگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

ربما یود الذین کفروا۔۔

یہ مضارع ماضی کی منزلت پہ ہے کہ کلام اسی ذات سے واقع ہے جس کی خبر میں

ذف نہیں ۔

اس مثال میں اصل یہ ہے کہ ماضی ہو کہ رب اور ما مکفوفہ کے بعد فعل
ماضی ہونا واجب ہے اس لیے کہ وہ ماضی میں تقلیل کے لیے ہوتا ہے
اب اس مثال میں تقلیل کا معنی اس طرح ہوگا کہ قیامت کے احوال
ان کو مدہوش کریں گے تو وہ حیران ہوں گے تو پھر جب ان کو افاقہ ہوگا تو وہ
ایمان کی تمنا کریں گے یعنی افاقہ ہونے کی مدت قلیل ہوگی ۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رُبَّ یہاں تکثیر یا تحقیق کے لیے ہے اور یودُّ
کا مفعول (اسلام یا کونہم مسلمین) محذوف ہے لو کانوا مسلمین اس پر دلالت
کر رہا ہے۔ اور لو یہاں تمنی کے لیے ہے حکایت کرتے ہوئے ان کی محبت کی وجہ
سے یعنی وہ بطور محبت اسلام لانے کی تمنا کریں گے ۔
اور جس نے لو کو حرف مصدر بنایا ہے تو یودُّ کا مفعول لو کانوا مسلمین
ہوگا۔

یا پھر صورت کو مستحضر کرنے کے لیے مضارع کی طرف عدول کیا جاتا ہے جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کا فرمان: ولو تری :
اس مثال میں ایک تو وہی نقطہ ہے جو پیچھے گزر چکا اور دوسرا یہ کہ جہنم پر
ٹھہرنے والے کافروں کی رویت کی صورت کو مستحضر کرنے کے لیے بھی ہے
کیوں کہ مضارع اس میں سے ہے کہ جو ایسے حال حاضر پر دلالت کرتا ہے
۔ اس کی نشان میں سے یہ ہے کہ اس کا خود مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔
گویا کہ لفظ مضارع سے یہ صورت مستحضر ہوئی ہے تاکہ سننے والے
اس کا مشاہدہ کر لیں ۔ اس صورت میں ماضی سے مضارع کی طرف
عدول نہیں کیا جاتا مگر ایسے معاملے میں جس کے مشاہدے کا اہتمام کیا
گیا ہو نادر یا عجیب و غریب ہونے کی وجہ سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان
واللہ الذی ارسل الریح فتثیر سحابا ۔

Day: M T W T F S
Date: ___/___/20

اس مثال میں پہلے ارسل فعل ماضی لایا گیا پھر اس سے عدول کر کے فتثیر مضارع لایا گیا یعنی اثارت نہ لایا گیا اس صورت پر یعنی جو اللہ تعالیٰ کی قدرت باہرہ پر دلالت کرتی ہیں اس کو مستحضر کرنے کے لیے لیتے وہ بادل جو زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہیں ان کے بدلنے کی کیفیت مختلف ہے یعنی کبھی گھنے ہوتے ہیں کبھی ہلکے، کبھی سرخ ہوتے ہیں کبھی سفید اور کبھی کالے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔

و اما تنکیرہٗ

رہا مسند کو نکرہ لانا تو وہ چند وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے۔

i عدم حصر اور عدم عہد کے ارادے کے لیے:

زید کاتب اور عمرو شاعر.

ii تعظیم کے لیے:

ھدی للمتقین۔ ھدی یا تو مبتدا محذوف کی خبر ہے یا ذلک الکتاب کی خ

iii تحقیر کے لیے:

ما زید شیئاً.

و اما تخصیصہٗ:

مسند کی تخصیص کرنا اضافت کے ساتھ جیسے زید غلام رجل یا وصف کے ساتھ جیسے زید رجل عالم فا کیونکہ فائدہ اتم ہوتا ہے. یعنی جس طرح مسند کو خاص کرتے جائیں گے فائدہ اتنا زیادہ حاصل ہو گا

سوال: آپ نے مسند کے معمولات جیسا کہ حال وغیرہ کو مقیدات سے بنایا اور اضافت و صفت کو مخصصات سے بنایا کیوں؟

اس کے دو جواب ہیں۔

یہ محض اصطلاح ہے۔

تخصیص عموم میں کمی کرنے کا نام ہے اور فعل میں عموم ہوتا نہیں اس فعل محض مفہوم پر دلالت کرتا ہے. اس لیے حال وغیرہ کو اس کے ساتھ

Date: ___/___/20___

اور وصف کو اسم میں لائے کہ اسم میں عموم ہوتا ہے تو اسے خاص کیا۔

اعتراض:

اگر شیوع (عموم) سے کثرت و شمول پر دلالت کا اعتبار کیا جائے تو ظاہر ہے کہ نکرہ موجبہ میں پھر بھی تخصیص نہیں ہوگی یعنی رجل عالم میں وصف تخصیص کرنے والا نہیں ہوگا۔ اور اگر شیوع (عموم) صدق کے احتمال کے اعتبار کا ارادہ کیا جائے ہر اس فرد پر جسے فرض کر لیا جائے اور اس کے معین ہونے پر دلالت بھی نہ ہو تو پھر فعل میں بھی عموم ہوگا جیسا کہ جاءنی زید کو اس فعل میں احتمال ہے کہ حالت رکوب میں آیا یا کسی اور حالت میں۔

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ شیوع سے یا تو آپ کی مراد عموم بدلی ہوگی تو یہ حرف اسم کے ساتھ خاص نہیں یا پھر آپ کی مراد عموم شمولی ہوگی تو

یہ نکرہ موجبہ میں مفقود ہے

Day: M T W T F S
Date: ___/___/20___

واما ترک تخصیص: وصف و اضافت کے ساتھ مسند کی تخصیص کو چھوڑنا فائدہ کے زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

واما تعریفہ:

مسند کو معرفہ لانا تو یہ سامع کو معرفہ کے طریقوں میں سے کسی ایک طریقے کے ذریعے کسی امر معلوم پر حکم کا فائدہ دینا ہوتا ہے اسی کی مثل دوسرے امر کے ذریعے۔ اسی کی مثل دوسرے امر کے ذریعے مطلب یہ ہے کہ جس طرح مسند معرفہ ہوگی تو مسند الیہ بھی معرفہ ہوگی۔ یعنی یہ دونوں ایک جیسے ہوں گے مسند معرفہ ہو تو مسند الیہ بھی معرفہ۔

نوٹ: برابر ہے کہ وہ دونوں طریقے ایک جیسے ہوں یعنی مسند اور مسند الیہ دونوں معرف باللام ہوں جیسے الراکب ھو المنطلق یا وہ دونوں مختلف ہوں جیسے زید ھو المنطلق۔

یا پھر لازم حکم کا فائدہ دینا ہوتا ہے (اسی طریقے پر جس پر حکم کا فائدہ دیا جاتا ہے)

اعتراض:

جب مبتدا اور خبر دونوں معلوم ہوں تو سامع کو کلام کا فائدہ تو کچھ نہ ہوا فائدہ تو تب ہوتا جب اسے کسی چیز کا پتہ نہ ہوتا پھر اسے خبر دی جاتی یعنی امر مجہول پر خبر دی جاتی۔

جواب:

ضروری نہیں کہ سامع کو الگ الگ صرف مبتدا اور خبر کا علم ہو اور اسے ان دونوں کے درمیان اسناد کا بھی علم ہو۔ جیسے زید اخوک اور عمرو المنطلق۔